رکھو پاس ادب خاموش ہوکر بھرو دامان دل علمی گہر سے
کہاں یہ بطل حریت کہاں ہم جولاتے گھر نہ عبدالحق ہنر سے
ہیں مولانائے عبدالحق جو ہم میں رہیں گے اے خٹک فتح ونصر سے
یہ مکتب درس اسلامی کا یارب رہے محفوظ ترسوئے نظر سے

(یادگار خٹک ص ۱۴)

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا قیام ہمارے لیے آزادی کے تحائف میں سے ایک بیش بہا اور بے مثلی تحفہ ہے۔ ۱۹۴۷ء میں اس مثالی دینی ادارے کے قیام کا پس منظر مرشدی حضرت شیخ مولانا عبدالحق صاحب (۱۹۰۶ء تا ۱۹۸۸ء) بیان فرماتے تھے "جس وقت تقسیم ہوئی، پاکستان بنا تو اس وقت ہم نے بھی یہ سوچا کہ اس ملک میں اسلام کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ پھر دل میں آیا کہ اسلام کے لیے اکیلے کیا کرسکتے ہیں؟ کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ پھر دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ۱۸۵۷ء کی لڑائی کے بعد مولانا محمد قاسم نانوتوی اور انکے چند ساتھیوں نے اسلام کا جھنڈا لیکر بلند کیا اور اللہ تعالیٰ نے فتح کیا تو ہم کیوں یہ نہیں کرسکتے۔ کہ ہم اسلام کا جھنڈا لیکر اسلامی تعلیمات کا اور خصوصاً یہ پاکستان جس نظریے کی بنا پر بنا ہے ہم اس نظریے کو پھیلانے کیلئے کوشش کرتے ہیں۔ تو ہماری لہذا بھی اللہ تعالیٰ ضرور کریں گے۔ تو ہم نے سوچا کہ ہمارے پاس نہ دولت ہے اور نہ شریعت کے عملی نفاذ کا موقع۔ نہ ہم یہ کرسکتے ہیں کہ اس ملک میں اسلامی نظام نافذ کردیں اس لیے کہ اختیارات نہیں۔ لیکن کوشش تو کرسکتے ہیں۔ تو اگر ہم کوشش کرینگے ۱۸۵۷ء میں اسلام باقی رہا۔ اور پھر اس کی بعد تقسیم ہند کے وقت وہ علوم باقی رہے اور اب پورے برصغیر میں اسکی بڑی بڑی جامعات قائم ہوچکی ہیں۔ تو اب جب تقسیم ہوگئی لہذا اب اسلام، اسلامی علوم کو باقی رکھنے کیلئے مدرسہ کی بنیاد رکھی"۔ آزادی کے بعد اس ادارہ نے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے ان کی تفصیل بڑی طویل ہے کیونکہ

یہ نصف صدی کا قصہ ہے دو چار برس کی بات نہیں۔

اکوڑہ خٹک کے شعراء اور تحریک آزادی:۔

تحریک آزادی کے سلسلہ میں اکوڑہ خٹک کے شعراء نے فرنگی استعمار کے خلاف جو قلمی جہاد کیا اور پشتون قوم میں جذبہ حریت پیدا کرنے کیلئے دور غلامی میں وقتاًفوقتاً جو نظمیں تخلیق کیں وہ ہماری ادبی اور آزادی کی تاریخ میں نمایاں حیثیت کی حامل ہیں۔ ان شعراء حضرات میں چند مشہور

شعراء کا ذکر یہاں بے جا نہ ہوگا۔

خان اعلیٰ محمد زمان خان خٹک (۱۲۸۴ھ ۔ ۱۳۷۹ھ):- آپ اکوڑہ خٹک میں مسلم لیگ کے بانیوں میں شمار ہوتے ہیں۔ فرنگیوں نے آپکو خان بہادر کا خطاب دیا تھا لیکن تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ نے خطاب واپس کردیا۔ قوم نے آپ کو خان اعلیٰ کا خطاب دیا۔ قیام پاکستان کے سلسلے میں قائداعظم دن رات محنت کررہے تھے تو آپ نے ان الفاظ میں انہیں خراج عقیدت پیش کیا۔

یارب زباد تند حوادث نگاہ دار — اے پیر کارواں مدد غیب یاد تاں
محکم ززور بازوئے ملت شود بزور — اے خضر! یاری تو رساند بہ منزلش
قومی سفینہ راکہ بہ قلزم فتادہ است — جیش عدوئے دین بہ کیں ایستادہ است
قومی اساس کارکہ قائد نہادہ است — مشرک بدوش برق وموحد پیادہ است

جناب محمد اکرم خادم قریشی (۱۸۸۸ء ۔ ۱۳۷۳ھ):- آپ کے والد اکوڑہ خٹک سے چارسدہ منتقل ہوئے۔ اور خادم صاحب نے خدائی خدمتگار تحریک میں ازادی کے سلسلے میں جو نظمیں لکھیں تھیں وہ اپنے دور میں بے حد مقبول تھیں۔ "نظم آزادی" کے دو شعروں کا اردو ترجمہ بطور نمونہ پیش خدمت ہے۔

که دخیال د آزادۍ دخپل وطن وی — اگر تمھیں اپنے وطن کی آزادی کا خیال ہو
که دا اور دی لګیدلے په بدن وی — اگر تمھارے بدن میں آتش حریت لگی ہو
نور غمونه ددنیا کړه واړه شاته — تو باقی تمام غم پس پشت ڈال
که دې مینه دې لیلیٰ ته ددیدن وی — اگر تمھیں لیلیٰ آزادی کے دیدار کی آرزو ہو (رسالہ پشتو

جناب قاضی عبدالودود اسیر (۱۹۰۸ء ۔ ۱۹۹۴ء):- فرنگی استعمار کے خلاف آپ نے جو انقلابی نظمیں لکھیں تھیں اور تحریک آزادی کی سلسلے میں سرخپوش تحریک کے سٹیج پر مختلف اجتماعات میں پیش کیں وہ بے حد مقبول ہوئیں۔ انگریز استعمار نے کئی بار آپ کو پس زندان ڈالا۔ نمونہ اشعار:-

اے پښتونه پاڅه غور ده ځان وکړه — ده وطن ده ازادۍ څۀ سامان وکړه
لکه مصر چه ازاد جمال الدین کړو — ته د هند د ازادۍ اعلان لو کړه

(ترجمہ) اے افغان اٹھ وطن کی آزادی کی فکر کر، اپنی جان کی فکر کر، جیسے جمال الدین نے مصر کو آزاد کیا۔ تو ہند کی آزادی کا اعلان کر۔ (رسالہ پشتون اپریل ۱۹۳۹ء)

جناب خیرالبشر زخمی :- (۱۹۲۰ء ۔ ۱۹۷۷ء):- خدائی خدمتگار تحریک کے ایک فعال کارکن کی حیثیت سے آپ نے متعدد انقلابی نظمیں تخلیق کیں۔ آپکی ایک نظم کے دو اشعار بطور نمونہ پیش خدمت ہیں

خدایه څهٔ شو د پښتون هغه غیرت چې به ئې سر وو تل دفخر نه لوجت
نن هغه ځان ته کندرغواړي به سول چې پرون د چا به هند وو حکومت

ترجمہ :۔ خدایا کہاں گئی وہ پشتون کی غیرت ، جن کا سر ہمیشہ فخر سے اونچا ہوتا تھا ، وہ آج کھنڈر کی بھیک مانگ رہا ہے جو کل ہند پر حکمران تھا۔ (رسالہ پشتون جنوری ۱۹۴۷ء)

جناب عبدالکبیر اکوڑوی :۔ آزادی کے سلسلے میں مرحوم کی معیاری انقلابی نظمیں جذبہ حریت سے سرشار پروانوں میں بے حد مقبول تھیں۔ ایک نظم کے دو اشعار پیش خدمت ہیں:

اغیار به خپله بستره زموږ له ملکه وتړي د اتفاق نعره که وکړي مخلصان د وطن
پښتونه راشه دا رسۍ د اتفاق ونیسه به دښمنانو به دې خرڅ کړي دښمنان د وطن

ترجمہ :۔ اغیار خود اپنا بستر باندھ کر چلے جائینگے۔ اگر اتفاق کا نعرہ مخلصان وطن بلند کریں۔ پشتون! آ اتفاق کی رسی پکڑ، دشمن تجھے اغیار کے ہاتھ فروخت کرلیں گے۔ (رسالہ پشتون جنوری ۱۹۳۹ء

جناب اجمل خان خٹک (۱۹۲۵ء پ۔) :۔

انگریزی استعمار کے خلاف آپ کی پہلی نظم رسالہ پشتون میں ۱۹۴۰ء میں شائع ہوئی۔ جب آپ گورنمنٹ مڈل سکول اکوڑہ خٹک کے ساتویں جماعت کے طالب علم تھے۔ ملاحظہ ہوں آپ کی اس نظم کے چند اشعار :۔

څوک چې عاشق وي به خندا رسۍ د دار ښکلوي
دګل د یاره بلبلان څوکې د خار ښکلوي

چې په سینه باندے ګولۍ د ملک د یاره زغمي
هر یو بشر ئې به عزت مدام یادګار ښکلوي

د وطن ناوې بهٔ هغه ننګیالے ځوان راولي
څوک چه به خپلو وینو رنګ د جیل دیوار ښکلوي

ترجمہ :۔ وہی عاشق صادق کہلاتا ہے جو ہنس ہنس کر دارو رسن کو چومتا ہے۔ گل کی خاطر نوک خار کو بھی بوسہ دیتی ہے۔ جو سپوت وطن عزیز کی خاطر اپنے سینے پر زخم کھاکر جان کا نذرانہ پیش کرتا ہے تو لوگ اسی کے سنگ مزار کو بوسہ دینا سعادت سمجھتے ہیں۔ عروس وطن کو وہی باحمیت نوجوان لا سکتا ہے جو اپنے لہو سے جیل کی دیواروں کو سجاتا ہے۔

(۱) پاکستان کی بقاء و استحکام

نظریۂ پاکستان یعنی اسلامی قانون اور اسلامی

طرز حیات سے وابستہ ہے

(۲) خونی انقلاب سے نجات اور

پائیدار اقتصادی،

معاشی نظام کا علاج بلا امتیاز

ملک گیر احتسابی عمل

سے منسلک ہے

منجانب۔ میاں حضران بادشاہ

منیجنگ ڈائرکٹر فیصل کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ (شرکت الفیصل المحدود)

پی ٹی سی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

حافظ محمد ابراہیم فانی
مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پاکستان کی بنیادی خارجہ پالیسی میں اولین وزیر خارجہ سر ظفراللہ خان کا شرمناک کردار

یہ بات مسلمہ ہے کہ کسی ملک کی نیک نامی اور بدنامی میں اس ملک کی خارجہ پالیسی کو اولین حیثیت حاصل ہے اور جتنی اس کی خارجہ حکمت عملی کامیاب ہوگی اتنی ہی اس ملک کی اقتصادی و معاشی ترقی کے ساتھ ساتھ اس کی دفاعی پوزیشن بھی مضبوط ہوگی۔گویا خارجہ پالیسی کو امور مملکت میں تقریباً تمام شعبوں پر گوئے سبقت حاصل ہے۔ آج ہم جب اپنے گرد وپیش اور خریطہ عالم پر نظر دوڑاتے ہیں تو وہ ممالک جن کی خارجہ پالیسی اور فارن ڈپلومیسی کامیاب ہے وہ قومیں اور مملکتیں رو بہ ترقی ہیں۔ لیکن یہ ترقی اور عروج تب ممکن ہے جب اس ملک کے پالیسی ساز انتہائی زیرک قابل اور عالمی سیاست سے آشنا ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ملک اور قوم کے ساتھ ان میں انتہائی عقیدت، خلوص اور جذبہ حب الوطنی کی روح موجود ہو۔ اسی ولولے سے سرشار قومیں ہی قوم کی کشتی کو ساحل مراد تک پہنچا سکتی ہیں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں دوسرے شعبوں کی طرح یہ شعبہ بھی کوئی خاطرخواہ نتیجہ برآمد نہ کرسکا۔ اور نہ ہی پچاس سال گزرنے کے باوجود اس کی کارکردگی قابل رشک تو بہت دور کی بات ہے حوصلہ افزا رہی۔ جو کہ ہماری بدقسمت قوم اور حرماں نصیب ملک کیلئے ایک بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ اور اس کی بنیادی وجہ بالکل واضح ہے جو لوگ تحریک پاکستان اور تقسیم برصغیر کے عمل سے واقف ہیں، ان کو یہ بات بخوبی معلوم ہے کہ ارض پاک کے منصۂ شہود پر نمودار ہوتے ہی ایک ایسا شخص اس اہم ترین وزارت پر براجمان ہوا، جو عالمی استعمار کا ایجنٹ، سامراجی قوتوں کا زرخرید غلام اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نہ صرف دشمن بلکہ مرزائے قادیان کی نبوت کاذبہ کا پرجوش مبلغ اور سرگرم داعی تھا۔ جب اس کے ناپاک ہاتھوں ہماری خارجہ پالیسی کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا سنگ افتتاح اس صیہونی گماشتے نے رکھا۔ تو ظاہر ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ثاثریا میرود دیوار کج

کے مصداق وہی ہوا۔ جس کا مشاہدہ ہم گذشتہ کئی برسوں سے کررہے ہیں۔ ملک تو آزاد ہوا، لیکن آزاد خارجہ پالیسی کیلئے آج تک ہم منتظر اور چشم براہ ہیں۔ آنجہانی سر ظفراللہ خان کو "یار لوگ" مافوق الفطرت دماغ والا انسان ثابت کرنے کی کوشش کررہے ہیں، اور اس کو ایک نابغہ (GENIUS) کے طور پر پیش کرنے کی سعی لاحاصل میں مصروف ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں محمد علی جناح بانی پاکستان کو اس بات پر مجبور کیا گیا تھا کہ وہ سر ظفراللہ خان کو پاکستان کی اولین وزارت خارجہ کا قلمدان سپرد کرکے اس عظیم اعزاز کا مستحق ٹھہرائے۔ چنانچہ انہوں نے بادل ناخواستہ اس کو اس غیر معمولی عہدے کیلئے نامزد کیا۔ جس کی سزا آج تک ہماری قوم بھگت رہی ہے۔ حالانکہ اس کا شرمناک کردار تقسیم اور باؤنڈری کمیشن کے وقت الم نشرح ہوچکا تھا۔

کشمیر کے بارے میں بانی پاکستان محمد علی جناح نے کہا تھا۔ "کہ کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے" کیونکہ پاکستان میں بہنے والے تمام دریاؤں کا سرچشمہ کشمیر ہے۔ اور اسے تاریخی اور جغرافیائی اعتبار سے بھی پاکستان کا حصہ ہونا چاہئے۔ لیکن جن دنوں حدبندی کمیشن پاکستان اور بھارت کی حد بندی اور علاقوں کی تعین میں مصروف تھا۔ کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے اپنا اپنا موقف پیش کررہے تھے۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ مسلم لیگ کی طرف سے سر ظفراللہ خان وکالت کے فرائض انجام دے رہا تھا انہی دنوں جماعت احمدیہ کی طرف سے الگ محضرنامہ کمیشن کو پیش کیا گیا جس میں مرزائیوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مولد قادیان کو ویٹیگن سٹی (VITIGEN CITY) قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ قادیانیوں نے ریڈ کلف کمیشن کو اپنا نقشہ بھی پیش کیا جس میں انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کیا۔ جماعت احمدیہ نے یہ نقشہ ۱۹۴۰ء میں تیار کیا تھا۔ حدبندی کمیشن کو الگ میمورینڈم پیش کرنے کا افسوس ناک پہلو یہ تھا کہ سر ظفراللہ خان ایک طرف تو مسلم لیگ کی وکالت کررہا تھا اور دوسری طرف اس کی جماعت نے الگ محضرنامہ کمیشن کے سامنے رکھا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزائیوں کا یہ مطالبہ تو تسلیم نہیں کیا گیا کہ قادیان کو ویٹیگن سٹی (VITIGEN CITY) قرار دیا جائے۔ البتہ باؤنڈری کمیشن نے مرزائیوں کے محضرنامہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کرکے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دے کر اس کے اہم علاقے بھارت میں شامل کردیئے۔ اس طرح نہ صرف گورداسپور کا ضلع پاکستان کے حصہ میں نہیں آیا بلکہ بھارت کو کشمیر کیلئے راستہ بھی مل گیا۔ جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے۔ چنانچہ سید میر نور احمد سابق ڈائریکٹر تعلقات عامہ اپنی یادداشتوں مارشل لاء سے مارشل لاء تک میں رقم طراز ہیں۔ "لیکن اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایوارڈ پر ایک مرتبہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروزپور کے متعلق جن میں سترہ (۱۷) اور انیس (۱۹) اگست کے درمیانی عرصہ میں

ردوبدل کیا گیا ۔ اور ریڈکلف سے ترمیم شدہ ایوارڈ حاصل کیا گیا ۔ کیا ضلع گورداسپور کی تقسیم اس ایوارڈ میں شامل تھی ، جس پر ریڈ کلف نے ۸ اگست کو دستخط کئے تھے ۔ یا ایوارڈ کے اس حصہ میں بھی ماؤنٹ بیٹن نے نئی ترمیم کرائی ...... ضلع گورداسپور کے بارے میں ایک اور بات قابل ذکر ہے ۔ اس کے متعلق چوہدری ظفراللہ خان جو مسلم لیگ کی وکالت کررہے تھے خود بھی ایک افسوسناک حرکت کرچکے تھے ۔ انہوں نے جماعت احمدیہ کا نقطہ نظر عام مسلمانوں سے (جن کی نمائندگی مسلم لیگ کررہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا ۔ چنانچہ معروف مسلم لیگی رہنما میاں امیرالدین نے اس بات کا اعتراف کیا کہ باؤنڈری کمیشن کے موقع پر ظفراللہ خان کو مسلم لیگ کا وکیل بنانا مسلم لیگ کی بہت بڑی غلطی تھی جن کے ذمہ دار خان لیاقت علی خان اور چوہدری محمد علی تھے .... اس نے پاکستان کی کوئی خدمت نہیں کی ، بلکہ پٹھان کوٹ کا علاقہ اس کی سازش کی بنا پر پاکستان کی بجائے ہندوستان میں شامل ہوا" ۔ (بحوالہ کادیانیت کا سیاسی تجزیہ) جملہ معترضہ کے طور پر فارسی کا ایک مشہور شعر مجھے یاد آرہا ہے ۔ کہ

گربہ میر وسگ وزیر وموش رادیواں کنند　　ایں چنیں ارکان دولت ملک راویراں کنند

پاکستان کے پہلی کابینہ میں بھی کچھ یہی صورتحال تھی ۔ سرڈگلس گریسی آزاد اورخودمختار پاکستان کی فوج کا کمانڈر ان چیف سردار جوگندرناتھ منڈل وزیرقانون اور سرظفراللہ خان وزیرخارجہ ۔ کیا ایسے کابینہ سے ملک وقوم کی تعمیر وترقی کی توقع کی جاسکتی تھی ؟

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید　　جو نہیں جانتے وفا کیا ہے ؟

یہ تو تھی مملکت خداداد پاکستان کے پہلے وزیرخارجہ کی تقسیم ملک کی وقت شرمناک کردار کی ایک ادنیٰ جھلک زرا غور فرمائیے ۔ کہ کیا ایسا شخص اس اہم عہدے کے قلمدان کا اہل ہے ہرگز نہیں ؟ لیکن کیا کہا جائے ، مشہور مصرعہ ہے ۔　ع　ہرشاخ پہ الو بیٹھا ہے انجام گلستان کیا ہوگا ؟

کیا اس کیلئے ہزاروں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہائی گئیں ۔ ہزاروں عفیفات کی عصمتیں لٹیں ۔ ہزاروں بچے یتیم ہوگئے ۔ ہزاروں جوانوں نے جام شہادت نوش کیا ۔ اور کئی سر پھرے دارورسن پر جھول گئے ۔ ہزاروں سہاگ " اجڑ " گئے ۔ کتنے بے گناہ تہہ تیغ کردیئے گئے ۔ کتنوں کے سر نیزوں کی انیوں پر لہرائے گئے ۔ کتنے بچوں کے پیٹ برچھیوں سے چاک کردیئے گئے اور قوم نے یہ تمام مظالم اس لیے خندہ پیشانی سے جھیلے کیونکہ ان کے سامنے ایک مقصد تھا ، ایک آرزو تھی ، ایک دلی تمنا تھی ، کہ نئی مملکت میں اسلام کا بول بالا ہوگا ۔ ہم نہ سہی ہماری نسلیں اور ہمارے بچے اسلام اور شریعت

کی بہاریں دیکھیں گے۔ اگر ان سرفروشوں کو یہ معلوم ہوتا کہ ہماری قربانیوں کا ثمر اس طرح ظہور پذیر ہوگا تو پھر وہ کبھی بھی اتنی بھاری قیمت اداکرنے پر تیار نہ ہوتے۔

اگر یہ جانتے چن چن کے ہم کو توڑیں گے تو گل کبھی نہ تمنائے رنگ وبو کرتے

بہرحال یہ تو درمیان میں سخن گسترانہ بات آئی۔ اب چوہدری کے کارہائے نمایاں کی ایک تصویر دوران وزارت خارجہ قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ دوران وزارت خارجہ آپ نے زیادہ وقت بیرون ملک گزارا اور پارلیمنٹ میں آنے سے کتراتے رہے۔ اس دوران آپ نے پاکستان کے نقطہ نظر سے ہٹ کر اپنے غیر ملکی آقاؤں کے حکم اور اپنی جماعت احمدیہ کے زاویہ نگاہ سے خارجی پالیسی وضع کی۔ وزارت خارجہ سے محب وطن افراد کو نکال کر مخصوص قادیانی وسیع پیمانے پر بھرتی کئے اور اسی طرح غیر ممالک میں وزارت خارجہ کے دفاتر مرزائیت کی تبلیغ اور جاسوسی کے اڈوں میں تبدیل ہوگئے۔ اسلامی ممالک سے روابط اور تعلقات بڑھانے کی بجائے یورپی ممالک بالخصوص امریکہ اور برطانیہ سے تعلقات بڑھائے گئے۔ عرب ممالک کے ساتھ رشتہ اخوت کو مستحکم کرنے کی بجائے انہیں پاکستان سے بدظن کرنے اور پاکستان سے دور کرنے کی پالیسی اختیار کی گئی اور عربوں کی جاسوسی کرنے کیلئے مختلف ممالک میں قادیانی سیل قائم کئے گئے۔ برادر ملک افغانستان اور مصر سے جان بوجھ کر تعلقات کشیدہ کئے گئے۔ جس کا خمیازہ آج تک بھگتا جارہا ہے۔ پاکستان کے جغرافیائی محل وقوع اور وطن عزیز کے دفاعی نقطہ نظر سے ہمسایہ ملک چین کی بجائے امریکہ جیسے خودغرض ملک کے ساتھ دوستی کی پینگیں بڑھائی گئیں۔ مسئلہ کشمیر کو دیدہ دانستہ حل کرنے کی بجائے اور خراب کیا گیا۔ اسی لیے آج تک اس کی سزا ہم بھگت رہے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنی جماعت سے وفاداری کا یہ عالم کہ وزیرخارجہ کی حیثیت سے تنخواہ قومی خزانے سے وصول کرتے رہے لیکن اندرون وبیرون ملک کام جماعت احمدیہ کیلئے کرتے رہے۔ بحوالہ "قادیانیت کا سیاسی تجزیہ" سر ظفراللہ خان کے اس گھناونے کردار پر ایڈیٹر" نوائے وقت" جناب حمید نظامی نے اپنے غیر ملکی دورے سے واپسی پر اپنے اخبار کے ایک اداریے میں لکھا کہ بیرون ملک پاکستان کے سفارت خانے تبلیغ مرزائیت کے اڈے اور ان کے جماعتی دفاتر معلوم ہوتے ہیں۔ سر ظفراللہ خان کے دورمیں ناقص پالیسی کے باعث ہمیں سیاسی اقتصادی اور ثقافتی طور پر ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ چونکہ احمدیہ جماعت برطانیہ کی خودکاشتہ اور امریکہ کی لے پالک تھی۔ اس لیے اس نے پاکستان کو یورپی ممالک کا دست نگر اور امریکہ کا اقتصادی بھکاری بنادیا۔ اقوام متحدہ میں سب سے زیادہ تعداد اسلامی برادری کی تھی جبکہ پاکستان اسلامی

ممالک کی سب سے بڑی مملکت تھا۔ اسلامی ریاستوں کے سرخیل ہونے کی حیثیت سے پاکستان کو اسلامی بلاک کی تشکیل و تنظیم کے سلسلہ میں بھرپور کردار ادا کرنا چاہئیے تھا۔ لیکن سر ظفراللہ خان نے پاکستان کے وزیر خارجہ ہونے کی حیثیت سے اسلامی ملکوں کے ساتھ گہرے مراسم مسلسل روابط اور روایتی گرم جوشی کے برعکس سرد مہری کا رویہ اختیار کئے رکھا۔ انہی اسلامی ممالک سے تعلقات سے استوار کئے گئے جو امریکہ و برطانیہ کے حاشیہ بردار تھے۔ احمدیہ جماعت کے نصب العین کے مطابق اسلام دشمنی اور اسرائیل دوستی ظفراللہ خان کے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرتی تھی۔ گو عربوں کی جاسوسی کے مشن کا آغاز مرزا بشیر الدین کے دور میں شروع ہوگیا تھا۔ لیکن چوہدری ظفراللہ خان کے دور میں خارجہ وزارت کی آڑ میں قادیانی جماعت کو عربوں کی مخبری اور جاسوسی کا سنہری موقع میسر آیا۔ اور مختلف عرب ممالک کے سفارت خانوں میں قادیانی مہروں کو فٹ کردیا گیا۔ عربوں کو جب قادیانیوں کے مشکوک کردار اور پراسرار سرگرمیوں کا پتہ چلا، تو ان کے نوٹس لینے سے نہ صرف ہمارا قومی وقار مجروح ہوا بلکہ پاکستان کو عربوں میں ہدف تنقید بنایا گیا۔ (کادیانیت کا سیاسی تجزیہ ص ۴۷۷) صاحبزادہ طارق محمود مرتب "کادیانیت کا سیاسی تجزیہ" میں ہفت روزہ لولاک، اپریل ۱۹۷۳ء کے حوالے سے رقمطراز ہیں: جب عرب نمائندے مسئلہ فلسطین کو یو این او میں پیش کرنا چاہتے تھے تو انہوں نے یو این او میں اپنی قرارداد کے حق میں فضا سازگار کرنے کیلئے دوست ملکوں کے نمائندوں سے ملاقاتیں کیں اور اپنی حمایت پر آمادہ کرنے کی کوشش کی۔ اس سلسلے میں وہ چوہدری ظفراللہ خان سے بھی ملے اور ان سے تعاون کی التجا کی۔ ظفراللہ خان نے انہیں کہا! کہ اگر ان کے امام جماعت اور مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ ربوہ۔ اس بات کی ہدایت کریں گے تو انکی مدد ضرور کرینگے۔ اس لیے آپ لوگ مجھے کہنے کی بجائے ربوہ میں ہمارے خلیفہ صاحب سے رابطہ قائم کریں۔ بے چارے عرب نمائندوں نے کسی نہ کسی طرح مرزا محمود صاحب سے رابطہ کیا اور ان سے تعاون کی درخواست کی۔ مرزا صاحب نے عرب نمائندوں کو یہاں سے تار دیا کہ ہم نے چوہدری ظفراللہ خان کو ہدایت کردی ہے کہ وہ یو این او میں تمھاری امداد کریں۔ (صفحہ ۴۷۹) عرب ڈیلی گیشن نے امریکہ سے جماعت احمدیہ کے نام جو تار ارسال کیا وہ قادیانیوں کی آرگن رسالہ میں شائع ہوا۔ "لیک سیکس ۶ نومبر عرب ڈیلی گیشن نے امریکہ سے بذریعہ تار حضرت امام جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں پاکستان کی ڈیلی گیشن چوہدری سر ظفراللہ خان کو مسئلہ فلسطین کی تصفیہ تک یہیں ٹھہرنے کی اجازت دی"۔ (الفضل ۸ نومبر ۱۹۴۷ء)

سر ظفراللہ خان کے اس بھیانک کردار پر مرزا غلام نبی جانباز لکھتے ہیں۔

" یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر چوہدری سرظفراللہ خان حکومت پاکستان کی طرف سے لیک سیکس گئے تھے، تو پھر عرب ڈیلی گیشن کا تار حکومت پاکستان کے نام آنا چاہیئے تھا نہ کہ مرزا بشیرالدین محمود کے نام اسکے معنی تو یہ ہوئے کہ چوہدری سرظفراللہ خان نے عرب ڈیلی گیشن کو یقین دلایا تھا کہ میں تو اپنے لیڈر مرزا بشیرالدین محمود کے حکم سے یہاں آیا ہوں۔ نیز اسکے حکم سے یہاں مزید ٹھہر سکتا ہوں ورنہ عرب ڈیلی گیشن کو پاکستان گورنمنٹ سے اجازت لینی چاہیئے تھی نہ کہ قادیانی خلیفہ سے (بحوالہ کادیانیت کا سیاسی تجزیہ) محولہ بالا کتاب کے صفحہ ۴۸۲ پر ظفراللہ خان کے دو مزید کارنامے ملاحظہ ہوں۔
" جناب محمد نواز ایم. اے بیرون ملک قادیان سازش بےنقاب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ ظفراللہ خان نے وزارت خارجہ کے کام کو کس طرح چلایا، اس کا اندازہ ذیل کے دو خبروں سے کیجئے۔ پہلی خبر یہ ہے کہ پاکستان کے محکمہ خارجہ کی طرف سے پبلک سروس کمیشن کے صدر مسٹر شاہد سہروردی آج کل انگلستان میں ان امیدواروں سے انٹرویو لے رہے ہیں، جو ہمارے سفارتخانوں میں ملازمت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ خبر پاکستان پہنچی، تو یہاں کے اخبارات اور عوام نے شدید غم وغصے کا اظہار کیا۔ لیکن حکومت پاکستان نے اسکی کوئی پرواہ نہ کی۔ اسی دوران انکشاف ہوا، کہ ہمارے محکمہ خارجہ کے جائنٹ سیکرٹری خیر سے یہودی ہیں۔ اور محکمہ خارجہ کے ۸۰ فیصد ملازمین غیر ملکی خصوصاً انگریز ہیں۔ ایک انگریزی معاصر کی اطلاع کے مطابق یہودی جائنٹ سیکرٹری گریفتھ کوئین تقسیم سے پہلے پنجاب ہائی کورٹ کا ایک رجسٹرار تھا، چونکہ یہ اپنے عہدے کے لحاظ سے ناموزوں انسان تھا۔ اسلیے اسکو اس سے علیحدہ کردیا گیا۔ تقسیم ملک کے بعد اس کی قسمت چمکی۔ اور وہ وزارت خارجہ کا جائنٹ سیکرٹری بن گیا۔ چونکہ ماتحت افسران نوجوان اور ناتجربہ کار تھے۔ اسلیے وزارت خارجہ کا سب سے زیادہ قابل اعتماد افسر خیال کیا جانے لگا۔ جب فلسطین میں یہودی عربوں کے خون سے ہولی کھیل رہے تھے، تو اس وقت پاکستان کی وزارت خارجہ کے قابل اعتماد افسر صاحب اسرائیل میں چھٹیاں منارہے تھے۔ (گارجین. بحوالہ کوثر لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۴۹ء) اس خبر کے ساتھ یہ انکشاف بھی ملاحظہ ہو۔ " ہمارے مصری سفارتی کے سٹاف میں دو (۲) نوجوان یہودی لڑکیوں کو ملازم رکھا گیا جس پر مصری عوام او عربی اخبارات پاکستان سے بہت ناراض ہوئے۔ ان سے پہلے مصر میں پاکستانی سفیر کا پریس اتاشی بھی یہودی تھا۔" گارجین. بحوالہ کوثر لاہور، ۲۷ دسمبر ۱۹۴۹ء۔ اسی طرح کے شرمناک واقعات کی ایک لمبی فہرست ہے جسکا یہ مختصر مقالہ متحمل نہیں ہوسکتا۔ البتہ جب ہمارے حکمرانوں نے خواب غفلت سے انگڑائی لی اور کچھ ہوش سنبھالا تو اس وقت پل کے نیچے سے کافی پانی بہہ چکا تھا اور آج تک ہم ان زہریلے اثرات سے جانبر نہ ہوسکے۔ بیرون ملک ہمارے سفارت خانے اور سفراء ملک کے بارے میں کوئی اچھا تاثر قائم نہ کرسکے۔ اسکا اندازہ

وقتاً فوقتاً اخباری رپورٹوں اور بیرون ملک پاکستانیوں کے بیانات اور واقعات سے کیا جاسکتا ہے ۔ جبتک ان سفارتخانوں کی مکمل تطہیر نہیں ہوتی اور ان کی جگہ قابل، نظریہ پاکستان سے مخلص اور دوسرے اہل افراد کا تقرر نہیں ہوگا ۔ قعرمذلت میں ہم یوں ہی پڑے رہیں گے ۔ ماضی قریب میں پاکستان کئی دفعہ اہم موقعوں پر خارجی میدان میں رسوائی سے دوچار ہوا اور ہمارے روایتی بااعتماد دوستوں نے بھی ہمیں تنہا چھوڑدیا تھا ۔ اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ۔جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ سرظفراللہ خان کو حکومت پاکستان کی طرف سے وزارت خارجہ کی آڑ میں مرزائیت کی تبلیغ وترویج کا ایک زرین موقعہ ہاتھ آیا تھا، چنانچہ اس کے چند نمونے ملاحظہ ہوں ۔ کادیانیت کا سیاسی تجزیہ کے فاضل مرتب نے ایشیا لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ " اس طرح سرظفراللہ خان نے اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب کی حیثیت سے جزائرغرب الہند کا دورہ کیا ، اور اس دورہ میں ٹرینداد میں مرزا صاحب کا آخرالزمان نبیؑ کی حیثیت سے تعارف کرایا " فاضل مرتب آگے لکھتے ہیں کہ سرظفراللہ کی انہی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ تقریباً ۴۰ ممالک میں قادیانیوں کے ۱۴۲ مشن کام کررہے ہیں ، ان میں سے ایک اسرائیل میں بھی ہے ۔ اس کے علاوہ ان مختلف ممالک سے انکے ۲۲ اخبارات ورسائل بھی نکلتے ہیں ۔ اور ۷۵ کے قریب مدارس کام کررہے ہیں ۔ (۱) ص ۴۸۴ ۔ اسی طرح المنبر ہی کے حوالے سے سرظفراللہ کا ایک اور کارنامہ ملاحظہ ہو ۔ " حکومت ملائیشیا نے پاکستان کے چوہدری سرمحمد ظفراللہ خان کی کتاب ISLAMS MEANING FOR MODREN MAN یعنی " اسلام کا مفہوم دورجدید کے آدمی کیلئے " کی اپنے ملک میں خرید وفروخت اور درآمدکو ممنوع قرار دیا ہے حکومت کے نزدیک سرظفراللہ خان کی یہ کتاب ملائیشیا کے سرکاری مذہب اسلام کے عقائد ونظریے کے منافی ہے " (صفحہ نمبر ۵۰) آخر میں ہم ارباب بست دکشاد سے پاکستان کے پچاس سال مکمل ہونے پر بجائے اسکے کہ " گولڈن جوبلی " کی بیہودہ اور بے فائدہ تقریبات منائی جائیں ۔ اپنی فاش اور عظیم غلطیوں کا ازالہ کرنے کیلئے محاسبہ کرنا چاہیئے ۔ تاکہ ہم ایک عظیم مسلمان قوم اور اسلامی مملکت کی حیثیت سے اکیسویں صدی میں قدم رکھنے کے قابل ہوجائیں ورنہ پھر بجائے ترقی وعروج کے تنزل و انحطاط کیطرف ہماری رجعت قہقری اسی طرح جاری رہے گی ۔ جس کا نتیجہ ہماری مکمل تباہی کی صورت میں دنیا کے سامنے آجائیگا ۔ ولافعلہااللہ ۔ یہی وقت ہے ہمارے سنبھلنے کا اور " احساس زیاں " کے ادارک کا ورنہ بقول حکیم الامت :

آخرشب دید کی قابل تھی بسمل کی تڑپ   صبحدم کوئی اگر بالائے بام آیا توکیا؟

---

(۱) فاضل مرتب نے یہ اقتباس المنبر لاہور ۱۴ جولائی ۱۹۶۷ء سے دیا ہے ۔ اب جبکہ ۱۹۹۷ء ہے اور اس کے پورے ۳۰ سال مکمل ہوگئے ہیں ۔ انہوں نے کتنی ترقی کی ہوگی ۔ جبکہ اس کی ایک واضح مثال احمدیہ ٹی وی ہے ۔ جس میں یہ لوگ شب وروز مسلمانوں کو مرتد کرنے کی سعی نامسعودمیں مصروف ہیں ۔(فانی)